یہاں ہر فیصلہ، مالک کا فیصلہ ہے!°

پروفیسر خورشید احمد

کئی دن سے آپ کو خط لکھنے کے لیے بے چین تھا، مگر وقت نہیں مل رہا تھا، نہ طبیعت پر اتنا قابو تھا کہ دل جمعی کے ساتھ کچھ باتیں کروں۔ رمضان المبارک کے آخری ایام خاصی پریشانی سے گزرے۔ سر کا درد اور تکلیف ۱۰/ ۱۲ دسمبر تک جاری رہی۔ اسی دوران انتخابی نتائج بھی سامنے آئے۔ دل چاہتا تھا کہ فوراً ہی خط لکھوں، لیکن طبیعت پر کچھ ایسا اثر تھا کہ خیالات کو مجتمع کرنا محال ہو گیا۔ میدانِ جنگ سے دُور بیٹھے انسان کا دل کچھ زیادہ ہی بیٹھنے لگتا ہے۔ کش مکش اور جدوجہد جہاں دل و دماغ کی قوتوں کے سامنے ہر لحظہ نئے مطالبات پیش کرتی ہے، وہاں ان کو تازہ دم کرنے کے لیے نئے نئے چشموں سے سیراب بھی کرتی ہے۔ کار کی بیٹری کی سی کیفیت ہوتی ہے کہ جہاں گاڑی کے چلنے سے ایک جانب بیٹری صرف ہوتی ہے، وہیں اسی عمل سے چارج بھی ہوتی ہے۔ آدمی جب دُور ہو تو ان دونوں نعمتوں سے محروم ہوتا ہے، لیکن افکار و حوادث کا بوجھ دل و دماغ پر برابر پڑتا ہے اور یہ آزمایش زیادہ جاں گسل معلوم ہوتی ہے۔

شب و روز کی جدوجہد کے نتائج بظاہر پریشان کُن اور افسوس ناک ہیں (واضح رہے کہ یہ نتائج صرف ایک بہت ہی محدود دائرے کے ہیں اور اُخروی نتائج تو بہر حال خیرٌ وابقٰی کے حکم میں آتے ہیں)۔ ہوسکتا ہے کہ ہماری توقعات ہی کچھ زیادہ ہوں، مگر تمام چیزوں کا الاؤنس دینے کے بعد بھی صورتِ حال تشویش ناک ہے۔

° ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو پاکستان کے پہلے عام انتخابات میں مایوس کن نتائج سامنے آئے تو چند روز بعد سیّد منور حسن صاحب (کراچی) کو برطانیہ سے ایک طویل خط لکھا، جس کا ایک حصّہ پیش ہے۔ (ادارہ)

جہاں تک دعوتِ اسلامی کا تعلق ہے، اس کے لیے شکست کا کوئی سوال ہی نہیں۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ ہماری دعوت، حق اور سرتاسر حق ہے اور اس کا جھنڈا ان شاء اللہ ہر حال میں بلند رہے گا۔ پریشانی اپنی ذات یا اپنے ساتھیوں کی ذات کے بارے میں نہیں کہ حق سے وابستہ ہو جانے کے بعد پھر بفضلِ الٰہی ناکامی کا کیا سوال؟ ہم نے آزمایش کو کبھی دعوت نہ دی، لیکن راہِ حق میں جو آزمایش اور جو مرحلہ بھی آیا ہے، اس کے بارے میں اپنے ربّ سے صبرواستقامت اور توفیق واستعانت کی دُعا بھی کی ہے اور اُمید بھی رکھی ہے۔ بحمداللہ، اس نے ہر حال میں صرف اپنی مدد سے اپنے کمزور بندوں سے اپنا کام لیا ہے۔

ہاں، پریشانی اگر ہے تو اس قوم کے مستقبل اور ملکِ عزیز کے بارے میں ضرور ہے، جو اللہ سے ایک وعدے کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، لیکن آج وہی قوم اپنی نادانی کی وجہ سے اس وعدے سے رُوگردانی کر رہی ہے۔ اس منظر کو دیکھ کر دل اگر ڈرتا ہے تو اس غضبِ الٰہی سے جو غفلت اور بغاوت کے نتیجے میں حرکت میں آتا ہے، اور اس سے دن رات پناہ مانگنا ہمارا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے ہمارے لیے مہلت کی مدت کو طویل تر کر دے اور بالآخر ہمیں ان وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے، جن کا عہد کرنے کی توفیق بھی اسی نے مرحمت فرمائی تھی، آمین!

قوم کے 'انتخاب' کی تفصیلات پر غور کرتے ہوئے بلاتمثیل میرا ذہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف کی اس دُعا کی طرف منتقل ہوگیا، جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ہے:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ أَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِيْ ، وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ ، وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ، اَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ،اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى عَدُوٍّ يَتَجَهَّمُنِيْ ، أَمْ اِلٰى قَرِيْبٍ مَلَّكْتَه أَمْرِيْ ،اِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانًا عَلَيَّ ، فَلَا أُبَالِيْ ،اِنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ لِيْ ، أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ ، وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ أَنْ تُنْزِلَ بِيْ غَضَبَكَ ، أَوْ تُحِلَّ عَلَيَّ سَخَطَكَ ، لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث ۱۳۶۰۹)

اے اللہ! میں اپنی طاقت کی ناتوانی، اپنی بے سروسامانی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو مجھے کس کے حوالے کرتا

ہے، ایسے دشمن کے حوالے جو ترش روئی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے، کیا کسی قریب کو تُو نے میری قسمت کا مالک بنا دیا ہے، اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے ان تکلیفوں کی ذرا پروا نہیں۔ تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے زیادہ دل کشا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے نُور کے ساتھ جس سے تاریکیاں روشن ہوجاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں، (اور میں پناہ مانگتا ہوں) کہ تیرا غضب میرے اُوپر نازل ہو یا تیری ناراضی مجھ پر اُترے۔ میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تو راضی ہوجائے۔ تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے، اور نہ بدی سے بچنے کی قوت۔

بلاشبہہ، ہر حال میں ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنے مالک و خالق کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اسی سے خیر اور بلندیِ حق کی دُعا مانگیں۔ ہمارا کام قوم سے شکایت کرنا نہیں ہے، اسے سمجھانا ہے بلکہ مسلسل اس کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ ان شاءاللہ حالات اس طرح تبدیل ہوں گے، جس طرح تاریکی بالآخر چھٹتی ہے اور صبح کی روشنی کے آگے اس کا مقدر ہے کہ وہ چھٹ جائے۔

اس پوری جدوجہد میں ہماری سرگرمیوں کا ایک نمایاں پہلو اپنے ربّ سے دُعا اور مسلسل دُعا رہا ہے۔ نتائج اور دُعا کے اس تعلق پر جب مَیں غور کرتا ہوں تو دل کو بڑی سکینت حاصل ہوتی ہے۔ امام غزالیؒ نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ ''دُعا کی حیثیت صرف التجا ہی کی نہیں بلکہ ہماری خواہشات اور تمناؤں کے بارے میں ربّ سے مشورے کی بھی ہے''۔ ہم اپنی درخواست اللہ کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔ گویا ہم اس سے مشورہ اور استصواب کر رہے ہیں، اور وہ اس کو جس درجے میں قبول فرمالیتا ہے، اس درجے میں گویا ہماری درخواست کو منظوری (approval) مل جاتی ہے۔ جو حصّہ ابھی قبول نہیں ہوتا، وہ کسی بلندتر حکمت کی بنا پر ہوتا ہے۔ دُعا کے سہارے کیا جانے والا کام گویا بندے کا کام نہیں بلکہ مالک ہی کا کام ہوجاتا ہے، جس کا فیصلہ بلاشبہہ سب سے بہتر فیصلہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ دُعا کے اس حصّے کو جسے وہ صحیح و مناسب سمجھتا ہے قبول فرمالیتا ہے اور باقی کو (بعدازاں) اس سے بہتر صورت میں قبول فرمالیتا ہے، دُنیا ہی میں یا آخرت میں۔ لہٰذا، ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری پوری جدوجہد کی حیثیت ایک دُعا کی سی تھی اور

ہے۔ اس دُعا کا ایک حصّہ ہم اپنی زبان سے ادا کر رہے ہیں اور ایک حصّہ اپنے عمل سے۔ یہ دُعا مالک کے حضور میں ایک استصواب کی حیثیت رکھتی ہے اور ہم اس کے ہر فیصلے پر خوش اور مطمئن ہیں۔ ہمارا مطمحِ نظر اس کی رضا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں، اور ہمیں یقین ہے کہ وہ بالآخر اپنے کلمے کو ضرور بلند کرے گا۔ ہاں، اگر ہمیں اس سعادت کا کچھ حصّہ مل گیا تو ہماری خوش نصیبی ہے۔ اس جدوجہد میں شرکت کی سعادت تو اس کے فضل سے حاصل ہوگی اور آخری لمحے تک حاصل رہے گی اور وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○ [البقرہ ۲: ۱۳۲، لہٰذا مرتے دم تک تم سب مسلم ہی رہنا] کا ادراک تو ہم سب کو حاصل ہے۔

قرآن کے بارے میں بارہا یہ تجربہ ہوا ہے کہ کسی خاص سورۃ کو بار بار پڑھا ہے، مگر ایک خاص کیفیت میں پڑھنے سے اس کا کچھ اور ہی لطف آیا ہے۔ اِس زمانے میں تو سورۃ الصّف کو بار بار پڑھا ہے۔ اصل مسئلہ وہی اللہ کی حاکمیت کا ہے، جسے: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط [الحدید ۵۷: ۱، اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو زمین اور آسمان میں ہے] میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اصل بگاڑ وہی لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝ [الصف ۶۱: ۲،تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟] کا ہے اور اس کا حل بھی سنتِ انبیاؑ کی وہی حکمتِ عملی ہے، جو جہاد يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [النساء ۴: ۷۶، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں] اور محکم تنظیم صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۝ [الصف ۶۱: ۴،صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں] کے اصولوں میں بیان کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ردِعمل بھی کتنا واضح اور صاف ہے: لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ط [الصف ۶۱: ۵،تم کیوں مجھے اذیت دیتے ہو حالاں کہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسولؐ ہوں؟] اور فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝ [یونس ۱۰: ۷۶، پس جب ہمارے پاس سے حق ان کے سامنے آیا تو انھوں نے کہہ دیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے]۔ گمراہی کا ڈھنگ کتنا 'بین الاقوامی' اور زمان و مکان کی حدود کا ناپابند ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ط [الصف ۶۱: ۷، اب بھلا اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھے حالاں کہ اُسے اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو؟] لیکن ہمارا یقین ہے اور

ربّ کا وعدہ ہے کہ:

نُورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور ان شاء اللہ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۙ [التوبہ۹:۳۳، تاکہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کردے] کی کیفیت ضرور رُونما ہوگی۔ پس ضرورت ایمان اور صبروعزیمت کے ساتھ جدوجہد کی ہے۔ نجات اُخروی بھی اسی میں ہے اور ان شاء اللہ غلبۂ دُنیوی بھی۔ وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَھَا ط نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ط [الصف۶۱:۱۳، اور وہ دوسری چیز جو تم چاہتے ہو، وہ بھی تمھیں دے گا، اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہوجانے والی فتح]۔ یعنی صلح حدیبیہ کو ربِ حقیقی نے فتح قرار دیا تھا۔ گو دل اس پر مغموم تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ حضوؐر نے طوافِ کعبہ کا خواب دیکھا تھا۔ کیا وہ سچا تھا؟ نہیں، رسولؐ کا خواب سچا تھا: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ [الفتح۴۸:۲۷، فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا] اور وہ پورا ہوا۔ البتہ خواب میں یہ کب تھا کہ اسی سال میں وہ پورا ہوگا۔ ضرورت صبر اور مالک کی حکمتِ بالغہ پر اعتماد کی ہے اور خود کو مکمل سپردگی کے ساتھ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۚ [اٰل عمرٰن۳:۵۲] کی روش پر سرگرم کرلینا ہے۔ اسی میں قافلۂ حق کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد فرمائے گا۔

دل کے ان جذبات و کیفیات کے ساتھ اس امر کی ضرورت بھی پوری طرح محسوس کرتا ہوں کہ حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے کہ 'اُونٹ باندھنے' اور 'توکّل' کرنے دونوں کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ جہاں یہ صحیح ہے کہ ہماری دعوت حق ہے اور اس میں رائی کے برابر بھی شبہہ نہیں اور یہ سچ ہے کہ ہر فیصلہ مالک کا فیصلہ ہے، اور اس پر دل میں ذرا بھی شک نہیں ہونا چاہیے، وہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر مہم کے بعد یہ جائزہ لینا چاہیے کہ ہمارے اپنے رویے اور جدوجہد میں کیا پہلو ایسے تھے جو خام رہے یا معیارِ مطلوب سے فروتر تھے؟

غزوۂ اُحد پر اللہ تعالیٰ نے جو تبصرہ سورۂ آلِ عمران میں کیا ہے، اس پر تدبر کرنے سے بڑے اہم پہلو سامنے آتے ہیں۔ اس میں واقعات کا تجزیہ بھی ہے، کمزوریوں کی نشان دہی بھی ہے۔ ان کمزوریوں کی روشنی میں تمدنی اصلاحات کی ضرورت بھی ہے۔ ان کی تلقین بھی ہے اور پھر

ان حکمتوں کی طرف اشارہ بھی ہے، جو دُنیوی جدوجہد کے ان نشیب وفراز میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور اعتماد اور بھروسا اور جدوجہد کی تلقین بھی (آیات ۱۲۱ تا ۱۷۵)۔ اس حصّے کو نکال کر پڑھیں، رہنمائی کی جارہی ہے کہ اللہ کے بھروسے پر ہر خطرے کا مقابلہ کرو۔ وہ تم کو ضرور کامیاب کرے گا۔

آج بھی ساری دنیا کی اور اس کی تمام طاقتوں کی یہی کیفیت ہے، جو اس وقت تھی:

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط (اٰلِ عمرٰن ۳:۱۲۰) تمھارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔

اندر اور باہر کھلے دشمن اور آستین کے سانپ، اہلِ دنیا اور اہلِ 'دین' سب میں یہ نمونے مل جائیں گے، اور یہ اُحد ہی کی ہزیمت تھی، جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ط وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط (اٰلِ عمرٰن ۳:۱۳۹-۱۴۰) دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم مومن ہو۔ اس وقت اگر تمھیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمھارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ تو زمانے کے نشیب وفراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لیے لایا گیا ہے کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی (راستی کے) گواہ ہوں۔

قرآن کا یہ اسلوب ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم بھی حالات کا بے لاگ جائزہ لیں اور آیندہ پیش آنے والے معرکوں کی تیاری کریں۔ ہمارے لیے تو زندگی ایک مسلسل جہاد ہے۔ کسی ایک لڑائی میں کامیابی یا ناکامی، دونوں کسی اعتبار سے مختلف نہیں۔ اس لیے ہمارے لیے دونوں آزمایش کا درجہ رکھتی ہیں۔ ناکامی بھی دراصل آزمایش ہے، اور کامیابی بھی آزمایش۔ فرق یہ ہے کہ ہردو میں آزمایش کی شکل (form) مختلف ہے، مگر اصل مسئلے کی نوعیت (nature) کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔